زيارة الأماكن الأثرية وحكمها في الإسلام

مع

رسالة إلى الحاج

یادگار مقامات کی زیارت کا شرعی حکم

تالیف

الشیخ سلیمان بن صالح الجربوع

مع رسالہ

ایک پیغام حجاج وزائرین کے نام

ترجمہ

ابواسعد قطب محمد الاثری

نظر ثانی

ذاکر حسین وراثت اللہ

ناشر

مکتب دعوۃ وتوعیۃ الجالیات، ربوۃ، ریاض، سعودی عرب

تقدیم

الحمدللہ وبعد!

میں نے شیخ فاضل سلیمان بن صالح الجربوع کا مرتب کردہ ایک قیمتی کتابچہ "اسلام میں یادگار مقامات کی زیارت کا حکم،،کا مطالعہ کیا،اس موضوع پر یہ کتابچہ نہایت مفید ہے،آثار وعلامات کو زندہ و باقی اور اس پر فخر کرنے کے پرچار سے اصل دینی عقائد کو جو خطرات لاحق ہوئے،اور جس کے نتیجہ میں لوگوں میں جو التباس اور شکوک وشبہات جنم لئے اس سے شعور و آگہی کی خاطر اس کتابچہ کی نشر واشاعت وقت کی اہم ترین ضرورت ہے،اللہ اس کے تحریر و توضیح کرنے والے کو بہترین بدلہ عطا فرمائے، وصلى الله على نبينا محمد وعلى آله و صحبه اجمعین۔

صالح بن فوزان الفوزان
(عضو هيئة كبار العلماء)
٤/٢١ / ١٤٢٩ھ

تمہید

اے اللہ میں تجھ سے مدد، توفیق اور ثابت قدمی کا خواست گار ہوں، بیشک تو ہمیشہ زندہ رہنے والا اور ہر چیز کو قائم کرنے والا نیز ہر شئے پر کامل قدرت والا ہے۔

تمام قسم کی تعریف اللہ رب العالمین کے لئے ہے جس نے ہم سب کے لئے دین بنایا، اسے اکمل واتم بنا کر ہمارے لئے اس سے رضامندی فرمائی، اور درود وسلام ہو سارے جہان پر رحمت وحجت بنا کر بھیجے گئے محمد بن عبداللہ الہاشمی القرشی ﷺ پر جنہوں نے ہمیں ایسے روشن شاہراہ پر چھوڑا ہے جس کی راتیں دن کی طرح روشن ہیں، جس نے بھی اس راہ کو اختیار کیا وہ نجات سے ہمکنار ہوا، اور جس نے بھی اس سے کنارہ کشی کی وہ ہلاک وبرباد ہوا۔

اللہ راضی ہو ہمارے نبی کے تمام اصحاب سے جو اللہ اور اس کے رسول، اور ائمہ مسلمین اور عام لوگوں کے خیر خواہ تھے، اور ہمارے نبی کے نقش قدم کے پیرو کار تھے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

شروع سے آخر تک تمام انبیاء (علیہم السلام) دو عظیم کاموں کی برآوری کے لئے مبعوث فرمائے گئے:

١-اللہ پر ایمان و اعتقاد رکھنا، اور اس پر بھی جو اس کے لئے معاون اور وضاحت کرنے والا ہو۔

٢-شرک کا چھوڑنا، اور ان تمام راہوں کا بھی ترک کرنا جو شرک تک پہنچانے والے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ ٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ وَٱجْتَنِبُوا۟ ٱلطَّـٰغُوتَ ﴾ (النحل: ٣٦)

"ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ (لوگو) صرف اللہ کی عبادت کرو، اور اس کے سوا تمام معبودوں سے بچو"۔

انسانی تاریخ میں سب سے عظیم انحراف کا جو حادثہ پیش آیا وہ اللہ کے ساتھ شرک کرنا تھا، اور اس کے ساتھ غیر کی عبادت وبندگی کرنی تھی، اسی وجہ سے رسولوں کے بھیجنے کا عظیم ترین مقصد شرک کی بیخ کنی تھی، اور لوگوں کو توحید کی طرف واپس لانا تھا، جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿ وَمَآ أَرۡسَلۡنَا مِن قَبۡلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِيٓ إِلَيۡهِ أَنَّهُۥ لَآ إِلَٰهَ إِلَّآ أَنَا۠ فَٱعۡبُدُونِ ﴾ (الأنبياء: ٢٥)

" آپ سے پہلے بھی ہم نے جتنے رسول بھیجے ان کی طرف یہی وحی نازل فرمائی کہ میرے سوا کوئی معبود برحق نہیں، تو تم سب میری ہی عبادت کرو"۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«بُعِثْتُ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ بِالسَّيْفِ، حَتَّى يُعْبَدَ اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ. وَجُعِلَ رِزْقِي تَحْتَ ظِلِّ رُمْحِي، وَجُعِلَتِ الذِّلَّةُ والصَّغارُ عَلَى مَنْ خَالَفَ أَمْرِي، وَمَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ».

”میں قیامت سے پہلے تلوار دیکر بھیجا گیا ہوں، یہاں تک کہ صرف ایک اللہ کی عبادت ہو جس کا کوئی شریک نہیں ،اور میری روزی میرے نیزے کے سائے میں مقرر کی گئی ہے، اور ذلت و رسوائی و چھوٹا پن اس کے لئے ہے جو میرے حکم کی مخالفت کرے، اور جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے وہ انھیں میں سے ہے“۔ (مسند احمد/ ۵۰۲)، مصنف ابن ابی شیبۃ (۲۱۲٤)، مسند عبد ابن حمید (۲٦۷۱)، وضعفہ الأرناؤوط ، و قال الألبانی فی ارواء الغلیل : حدیث حسن)۔

قرآن وحدیث کی صراحت سے یہ بات واضح ہوئی کہ رسولوں کے بھیجنے کا عظیم ترین مقصد شرک کو نیست ونابود کرنا تھا،اور لوگوں کو توحید کی طرف دوبارہ واپس لانا تھا،اور یہ سب شرک کی قباحت اور بندوں کی دنیا وآخرت کی بڑی تباہی کے نتیجے میں وجود پزیر ہوا ۔

اس کتابچہ میں ان شاءاللہ نبی ﷺ کے مروی، مکانی اور جسمانی علامات ونشانات کا ذکر کریں گے ساتھ ہی اس بارے میں اسلامی رائے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس پہلو سے عمل بھی بیان کیا جائے گا۔اللہ سے مدد اور ثابت قدمی کا طلب گار ہوں۔

آثار کا معنی

کلمہ آثار یہ اَثر کی جمع ہے، جس کا مطلب ہے باقی ماندہ چیز،(القاموس المحیط) یعنی وہ چیزیں جو گزرے ہوئے لوگ اپنے بعد والوں کے لئے چھوڑ جائیں۔

نبی اکرم ﷺ کے آثار کی قسمیں

۱-آثار مرویہ (حدیث وسنت)

۲-آثار مکانی

۳-آثار جسمانی

پہلی قسم: بیان کی جانے والی آثار

اس سے مقصود آپ ﷺ کی حدیث اور سنت ہے، آثار کی اس قسم کی جانب عنایت وتوجہ مبذول کرنا، اس کی محافظت وپاسداری کرنا نیز اس کے مطابق عمل کرنا ضروری ہے، جیسا کہ اللہ تعالی نے قرآن کریم میں فرمایا:

﴿ وَمَآ ءَاتَىٰكُمُ ٱلرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَىٰكُمْ عَنْهُ فَٱنتَهُوا۟ ﴾

(الحشر: ٧)

"اور تمہیں جو کچھ رسول دیں اسے لے لو، اور جس سے روکیں اس سے رک جاؤ"۔

اور جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي، وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ».

"میری سنت کو لازم پکڑو، اور میرے بعد میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو بھی لازم پکڑو"۔

دوسری قسم: آثار مکانی اور اس کی دو قسمیں ہیں

پہلی قسم:

الف: ایسی مسجدوں کی زیارت جس میں رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھنے کو جائز قرار دیا ہے۔

ب: ایسی مسجدیں جن میں نماز پڑھی جاتی ہے لیکن ان میں نماز پڑھنے کی ترغیب پر کوئی دلیل وارد نہیں ہے۔

دوسری قسم:

قدیم ویادگاری جگہوں کی زیارت اور وہاں حاضری، یاان جگہوں سے یا ان کی زیارت کا جواز رسول مکرم ﷺ سے ثابت ہے، سطور ذیل میں اس کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

پہلی قسم:

الف: ایسی مسجدیں جن میں نماز پڑھی جاتی ہے یاان میں نماز پڑھنے کی اجازت ہے،ان کی زیارت اس قسم کی معلومات اور معرفت صحیح سند کے ساتھ آئی ہے، لیکن وہ مسجدیں جن میں نماز پڑھنے کی مشروعیت ہے وہ مسجد نبوی اور مسجد حرام و مسجد اقصی ہے جیساکہ رسول مکرم ﷺ کا فرمان ہے: «لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ: مَسْجِدِي هَذَا، وَمَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَمَسْجِدِ الْأَقْصَى».

"تین مساجد کے علاوہ بغرض سفر کجاوے نہیں کسے جا سکتے، یہ میری مسجد اور مسجد حرام و مسجد اقصی ہے"۔ (بخاری: ۱۱۹۸، مسلم: ۹۷)

ب: وہ مسجدیں یا وہ مقامات جن کے بارے میں کوئی بھی صریح دلیل نبی کریم ﷺ سے ثابت نہیں ہے کہ آپ نے ان میں نماز پڑھنے کی ترغیب دی ہے، گرچہ آپ ﷺ کا وہاں سے گزر ہوا، یا آپ ﷺ نے وہاں تشریف فرمائی یا وہاں نماز پڑھائی، تو ان جگہوں کا نا قصد وارادہ کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی کسی مخصوص شکل میں کوئی بھی عبادت کی جا سکتی ہے، اس لئے کہ نبی ﷺ سے کوئی بھی صحیح حدیث نہیں آئی ہے کہ آپ نے اس کی ترغیب دی ہو یا ان مساجد کے لئے مخصوص انداز میں کسی اجر وثواب کی نشاندہی کی ہو، اور نہ ہی بغرض زیارت یا اس کے علاوہ کسی بھی مقاصد کے خاطر وہاں کا سفر کیا جائے گا، اور یہ ان دروازوں کو بند کرنے کی خاطر ہے جن سے شرک تک رسائی ہوتی ہے چونکہ ان جگہوں سے دل جڑ جاتے ہیں، اور ان جگہوں کے لئے قصد وارادے کئے جاتے ہیں، اور ان میں اللہ کی عبادت کی جاتی ہے، اور وہاں سے گزرتے وقت چند سنتیں بھی متعین کرلی جاتی ہیں، اور بلا شک وشبہ یہ سب اللہ کے دین میں بدعت اور نئی چیز ہے، عبادات میں اصل توقیف اور منع ہے سوائے

اس کے جس پر کوئی دلیل آئی ہو،اور جس شخص نے ایسے عمل کے ذریعے اللہ کی عبادت کی جس کے بارے میں کوئی شرعی دلیل نہیں ہے تو وہ باطل اور مردود کے حکم میں ہے،اور اللہ کے دین میں بدعت کرنے کے مترادف ہے۔

امام شاطبی رحمہ اللہ نے بدعت کا معنی یہ بیان کیا ہے:

بدعت دین میں نیا ایجاد کردہ طریقہ ہے،شریعت کے مقابل میں ہے،اللہ کی عبادت میں مبالغہ کے ساتھ اس راستے پر چلنے کا قصد کیا جاتا ہے (الاعتصام ۱ ۷ ۳)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بعثت سے پہلے غار حرا میں اللہ کی عبادت کرتے تھے،پھر جب اللہ نے آپ کو نبوت و رسالت سے مشرف فرمایا،اور لوگوں پر آپ پر ایمان واطاعت واتباع فرض قرار دیا،آپ نے مکہ میں تقریبا تیرہ سال قیام فرمایا،اور وہ لوگ بھی پہلے مہاجرین میں سے جو اللہ کے افضل ترین لوگ تھے،تو نہ آپ اور نہ ہی آپ کے اصحاب میں سے کوئی شخص غار حرا

کا کوئی بھی رخ کیا، پھر آپ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے، اور آپ نے چار عمرہ کیا، اور آپ کے ساتھ مسلمانوں کی ایک بہت بڑی جماعت نے حج کیا حتی کہ آپ کے ساتھ حج کرنے سے صرف وہی پیچھے رہا جس کے لئے اللہ نے چاہا، ان تمام صورت حال میں نہ آپ اور نہ ہی آپ کے اصحاب میں سے کوئی شخص غار حرا آتا اور نہ ہی اس کی زیارت کرتا، اور نہ ہی مکہ کے ارد گرد کسی بھی جگہ کی۔

اور اسی طریقے سے وہ غار جس کا ذکر قرآن میں اللہ کے اس قول میں آیا ﴿ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ ﴿٤٠﴾﴾
(التوبة: ٤٠)

یہ وہ غار ہے جو مکہ کے جبل ثور کے دامن میں واقع ہے، امت کے لئے اس کے خاطر سفر کرنا اور اس کی زیارت کرنا اور اس میں نماز پڑھنا یا دعا کرنا جائز نہیں ہے۔ اور نہ ہی نبی ﷺ مکہ میں مسجد حرام کے سوا کوئی مسجد بنائی بلکہ تمام کی تمام مسجدیں بعد میں وجود پزیر ہوئیں۔ مثلا آپ ﷺ کے مولد کی مسجد وغیرہ اور امت کے لئے جائے پیدائش کی

زیارت جائز نہیں ٹھہرائی گئی اور نہ ہی بیعت عقبہ کی جگہ جو منی کے پیچھے واقع ہے اس کی زیارت کی اجازت دی گئی۔اور وہاں ایک مسجد بھی تعمیر کرائی گئی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اگر یہ چیز جائز اور مستحب ہوتی اوراللہ اس پر اجر وثواب عطا کرتا تولوگوں سے کہیں زیادہ علم اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ کو ہوتا ،اور آپ اس طرح تمام لوگوں سے پہل، جلدی اور سبقت کرنے والے ہوتے،اور یہی نہیں بلکہ اپنے صحابہ کواس سے باخبر کرتے ، اور صحابہ بھی غیروں کے مقابلے میں اس کے متعلق زیادہ جانکاری رکھتے، اوراپنے سے بعد میں آنے والے تمام لوگوں سے زیادہ اس کی رغبت رکھتے، لیکن جب انہوں نے ان میں سے کسی بھی چیز کی طرف ادنی التفات تک بھی نہیں کیا، تو اس سے معلوم ہوا کہ یہ دیگر بدعتوں میں سے ایک ایجاد شدہ بدعت ہے جسے صحابہ نہ عبادت شمار کرتے تھے، اور نہ تقرب و اطاعت،لہذا جو کوئی بھی اسے عبادت واطاعت اور تقرب تسلیم کرے تو حقیقت میں اس نے صحابہ کے راستے

کے علاوہ غیر راستے کی اتباع کی، اور دین میں ایسی چیز جائز کر لی جس کی اجازت اللہ نے نہیں دی ہے،اور جب اس غار حرا جیسے کے بارے میں ہمارے نبی ﷺ کے مقام کا حکم یہ ٹھہرا جہاں سے چیزوں کے پیغامات کا آغاز ہوا،اور جس جگہ آپ پر قرآن نازل کیا گیا، باوجود اس کے قبل از اسلام وہ جگہ قابل عبادت ہی رہی اور قرآن میں اس غار کا ذکر بھی موجود ہے جس میں اللہ تعالی نے اپنے رسول پر اپنی سکینت نازل فرمائی، تو اس سے پتہ چلا کہ آپ ﷺ کے علاوہ دیگر انبیاء کے مقامات یہ تو کہیں زیادہ اس بات سے بعید ہیں کہ ان کے قصد وارادہ کا جواز ہو،اور اس کے لئے سفر یا وہاں نماز ودعا کرنی جائز ہو، یہ تو اس وقت ہے جب کہ صحیح اور ثابت ہو، تو بھلا اس کا کیا ہو گا جس کے بارے میں یہ معلوم ہو کہ وہ سراسر جھوٹ ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں یا جس کے صحیح ہونے کا پتہ ہی نہیں۔ (الاقتضاء ۲/۸۰۶_۸۰۷)

اور میں کہتا ہوں آپ یقینا تعجب کریں گے جنہوں نے ان مقامات کی زیارت کو جس کی طرف شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اشارہ کیا ہے

اسے تقرب اور ایسی سنتوں کا درجہ دیا ہے جس پر عمل کے ذریعہ بندہ اجر وثواب کا مستحق قرار پاتا ہے۔ ہر مسلمان مرد اور عورت پر اس معاملے سے آگاہ رہنا ضروری ہے جو بہت سارے مسلمان پر آج بھی پوشیدہ ہے۔

ان مقامات کے قصد کا حکم:

وسائل وذرائع کا مقاصد کے حکم جیسا حکم ہے کیونکہ یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ اپنے ساتھ شرک سے تو منع فرمائے اور اس چیز کو چھوڑ دے جو شرک تک پہنچانے والا ہو، اس لئے ایسا اعتقاد رکھنے والا اس جگہ سے جاہل وناواقف ہے، اور اللہ ہی کے لئے بلند و بالا مثل ہے، اور اسی کے لئے حکمت بالغہ ہے، تو بھلا کیسے وہ شرک کو حرام کرے، اور اس تک پہنچانے والے راستے کو جائز رکھے۔

ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جب مقاصد تک رسائی کسی اسباب اور ذرائع ہی سے ہو تو اس مقاصد تک پہنچانے والے اسباب وذرائع بھی اسی کے تابع ہوتے ہیں اور اسی کے ساتھ ان کا بھی اعتبار کیا جاتا ہے، لہذا حرام کردہ چیزوں کے وسائل اور معاصی کے ذرائع اپنی کراہت و ممانعت میں

بعینہ ان مقاصد تک پہنچانے میں اور اس کے ساتھ اس کے جڑنے میں اسی جیسے ہیں، ٹھیک اسی طرح سے کہ اطاعت و تقرب کے وسائل وذرائع اس کی محبت اور اس کی اجازت اپنے مقصد کے پہنچانے میں بعینہ اسی کے مطابق ہیں، پتہ چلا کہ مقاصد کے ذرائع مقاصد کے تابع ہوتے ہیں اور دونوں ہی مقصود ہوتے ہیں، لیکن اس سے مقاصد کا قصد ہی مقصود ہوتا ہے، اور یہ وسائل کا قصد مقصود ہے، تو جب رب کریم کسی چیز کو حرام قرار دیدے اور اس کے لئے کچھ ایسے ذرائع واسباب ہوں جو اس حرام تک پہنچائیں تو رب کریم ان اسباب وذرائع کو بھی حرام قرار دیتا ہے اور اس سے منع فرماتا ہے، تاکہ اس کی حرمت متحقق اور ثابت و مضبوط ہو جائے، اور اس کی چراگاہوں کے قریب جانے سے رک جائے، اور اگر ان اسباب وذرائع کو جائز قرار دیدیا جائے جو اس حرام تک پہنچانے والے ہوں تو یہ حرام قرار دینے کے حکم کے متناقض ہوگا، اور دلوں کو ابھارنے کے مانند ہوگا، جب کہ اللہ رب العالمین کی حکمت اور اس کا علم ہر ناحیے سے اس کا انکار کرتا ہے، بلکہ دنیا کے بادشاہ وسلاطین کی سیاست بھی اس

کا انکار کرتی ہے کیونکہ ان میں سے کوئی ایک شخص جب اپنے لشکر یا رعایہ یا اہل خانہ کو کسی چیز سے روک دے پھر ان کے لئے وہ اسباب و ذرائع و راستے جو وہاں تک پہنچائے اسے ان کے لئے جائز ٹھہرادے تو یقینا یہ تناقض شمار کیا جائے گا۔ (اعلام الموقعین ١٠٨١_١٠٩)

ابن القیم رحمہ اللہ اپنی کتاب اعلام الموقعین میں ذکر فرماتے ہیں:

ایسا فعل جو حرام تک لے جائے گرچہ وہ فی نفسہ جائز ہو اس کے ممانعت کی دلیل اللہ کا یہ فرمان ہے: ﴿ وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ﴾ (الأنعام: ١٠٨)

" اور گالی مت دو ان کو جن کی یہ لوگ اللہ تعالی کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں کیوں کہ پھر وہ براہ جہل حد سے گزر کر اللہ تعالی کی شان میں گستاخی کریں گے "۔

اللہ تعالی نے مشرکین کے معبودوں کو گالی دینا حرام قرار دیا باوجود اس کے کہ اللہ کی حمیت و مشرکین کے معبودوں کی اہانت اور غیظ و غضب کی بنیاد پر جائز تھا، لیکن یہ مشرکین کے اللہ کو گالی دینے کا ایک ذریعہ تھا، اور اللہ

رب العالمین کو گالی دینے کے ترک کی مصلحت یہ مشرکین کے معبودوں کو ہمارے گالی دینے کی مصلحت سے کہیں زیادہ راجح ہے، اور یہ تنبیہ و آگاہی کے مانند ہے بلکہ یہ ایک جائز سے ممانعت کی صراحت ہے، تاکہ یہ ایسے فعل کے صدور کا سبب نہ بن جائے جو جائز نہیں ہے۔ (الاعلام: ۱۱۰۳)

امام ابن القیم رحمہ اللہ نے ننانوے دلیلیں ذکر کی ہیں کہ وسائل کا حکم مقاصد ہی کے حکم جیسا ہے ان میں سے ہم بعض کا ذکر یہاں کرتے ہیں:

پچھتر ہویں وجہ: نبی کریم ﷺ نے اپنے اصحاب کو منع فرمایا کہ وہ روتے ہوئے ہی دیار ثمود میں داخل ہوں اس اندیشے سے کہ انہیں وہی تکلیف نہ پہنچ جائے جو انہیں پہنچی تھی تو بغیر روئے داخلے کو مکروہ کے پہنچنے تک کا ذریعہ قرار دیا گیا۔ (الاعلام: ۱۲۱۳)۔

خلیفہ راشد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ:

معرور بن سوید الاسدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مکہ سے مدینہ کے لئے روانہ ہوا جب صبح ہوئی تو آپ نے ہمیں صبح کی نماز پڑھائی پھر آپ نے دیکھا کہ لوگ ایک راستے

سے جارہے ہیں تو فرمایا: یہ سب کدھر جارہے ہیں؟ تو آپ سے عرض کیا گیا: اے امیر المؤمنین! یہاں ایک مسجد ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے نماز ادا فرمائی ہے یہ جارہے ہیں تاکہ اس میں نماز ادا کریں تو آپ نے فرمایا تم لوگوں سے پہلے کے لوگ اسی جیسے عمل کی بناپر ہلاک و برباد ہوگئے وہ اپنے انبیاء کے آثار و علامات کی اتباع کرتے پھر اسے کنائس و گرجا گھر بنالیتے تو اس مسجد میں جسے نماز ملے وہ پڑھ لے اور جسے نہ ملے وہ گزر جائے اور اس کا قصد وارادہ نہ کرے۔ (اس اثر کی سند صحیح ہے ابن ابی شیبہ (ج ۲/۷۶۳-۳۷۷، الاقتضاء لابن تیمیہ ۲/۷۴۴)

دوسری قسم: آثار مکانی

اس قسم کا تعلق زیارت اور قدیم مقامات پر داخلہ یا جہاں سے دوران سفر نبی ﷺ کا گزر ہوا یا عذاب دی گئی قوموں کی بستیوں کی زیارت وغیرہ سے ہے۔

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک حدیث مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کا جب حجر (دیار ثمود) سے گزر ہوا تو آپ نے فرمایا: «لاَ

تَدْخُلُوا مَسَاكِنَ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ إِلَّا أَنْ تَكُونُوا بَاكِينَ، أَنْ يُصِيبَكُمْ مَا أَصَابَهُمْ» ثُمَّ تَقَنَّعَ بِرِدَائِهِ وَهُوَ عَلَى الرَّحْلِ»

(بخاری:۳۳۸۰،مسلم:۲۹۸۰)

"ایسے لوگوں کی رہائشی جگہوں میں داخل نہ ہو جنہوں نے اپنے نفس پر ظلم ڈھائے ہیں مگر روتے ہوئے کیونکہ اس بات کا اندیشہ ہے کہ جو عذاب انہیں لاحق ہوا کہیں وہ تمہیں نہ لاحق ہو جائے پھر آپ ﷺ نے کجاوے پر بیٹھے ہوئے ہی اپنے چہرے کو ڈھک لیا"۔

ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے اس قول: إِلَّا أَنْ تَكُونُوا بَاكِينَ سے مراد یہ نہیں کہ آپ آغاز داخلہ کے وقت ہی صرف رولیں بلکہ یہ ہر جز کے داخلے کے وقت رونا مراد ہے (فتح الباری: ۵۳۰/۱)

صحیح مسلم کی ایک روایت کے الفاظ کچھ یوں ہیں:

«أَنَّ النَّاسَ نَزَلُوا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْضَ ثَمُودَ، الحِجْرَ، فَاسْتَقَوْا مِنْ بِئْرِهَا، وَاعْتَجَنُوا بِهِ، فَأَمَرَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «أَنْ يُهَرِيقُوا مَا اسْتَقَوْا مِنْ بِئْرِهَا، وَأَنْ يَعْلِفُوا الإِبِلَ العَجِينَ، وَأَمَرَهُمْ أَنْ يَسْتَقُوا مِنَ البِئْرِ الَّتِي كَانَتْ تَرِدُهَا النَّاقَةُ»

(بخاری: ۳۳۷۸،۳۳۷۹۔ مسلم ۹۸۱)

''سرزمین ثمود مقام حجر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صحابہ اترے ۔اور وہیں کے کنویں سے پانی نکالا ۔اور اس سے آٹا گوندھے ،تو آپ ﷺ نے حکم دیا کہ جتنے بھی پانی نکالے گئے ہیں سب انڈیل دئے جائیں،اور گندھے ہوئے آٹے کو اونٹ کا چارہ بنادیں،اورانہیں یہ حکم دیا کہ اس کنوئیں سے پانی نکالیں جہاں سے اونٹنی پانی پیتی ہے''۔

مسند احمد کی ایک روایت میں واقعہ ان الفاظ میں ہے:

''غزوہ تبوک کے سال رسول اللہ ﷺ چند لوگوں کے ساتھ ثمود کے گھروں کے پاس مقام حجر میں اترے ، ثمود جن کنویں سے پانی پیتے تھے اسی سے ان لوگوں نے پانی نکالا اور اس سے آٹے گوندھے ،اور گوشت کی ہانڈیاں چڑھائیں ،رسول اللہ ﷺ نے انہیں حکم دیا تو انہوں نے ہانڈیاں انڈیل دیں،اور گندھے ہوے آٹے اونٹ کو کھلا دیئے

، پھر وہاں سے ان کے ہمراہ روانہ ہوئے اور اس کنویں کے پاس پڑاؤ ڈالے جہاں اونٹنی پانی پیتی تھی اور آپ ﷺ نے انہیں ایسی قوم کے پاس جانے سے منع فرمایا جو عذاب کے شکار ہوئے، آپ ﷺ نے فرمایا: «إني أخشى أن يصيبكم ......فلا تدخلو ا عليهم» (مسند احمد ۱۹۲۱۹۱۱۰۔ حدیث نمبر ۵۹۸٤)

"مجھے اس بات کا خدشہ ہے کہ کہیں تمہیں وہی مصیبت نہ پہنچ جائے جو انہیں پہنچی تھی لہذا تم ان کے پاس مت جاؤ"۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

آپ ﷺ نے ایسے لوگوں کی رہائشی جگہوں کے قریب جانے سے منع فرمایا جنھوں نے اپنے اوپر ظلم ڈھایا۔ اور ہمارے لئے یہ مسنون بتایا کہ ہم ان جگہوں سے تیزی سے گزر جائیں جیسا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ جب مقام حجر سے گزرے تو فرمایا: «لاَ تَدْخُلُوا مَسَاكِنَ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ إِلَّا أَنْ تَكُونُوا بَاكِينَ، أَنْ يُصِيبَكُمْ مَا أَصَابَهُمْ» (متفق علیہ)

''اپنے نفس پر ظلم ڈھانے والوں کی بستیوں سے روتے ہوئے گزرو اور اگر رونے والے نہ ہو تو وہاں داخل مت ہو، کہیں تمہیں وہی مصیبت دامن گیر نہ ہو جو انہیں لاحق ہوئی''۔

خصوصا یہاں ممانعت بطور تاکید آگئی ہے،اسی سبب سے جب انہوں نے آل ثمود کے پانی سے آٹا گوندھا تو آپ ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ وہ اسے اونٹنیوں کو کھلا دیں اور خود نہ کھائیں تو کونسی تحریم اس سے زیادہ واضح ہے ؟حالانکہ وہ سب تو اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے لوگ تھے ،وہ تنگی اور دشواری والی لڑائی میں تھے جس میں ان کی ضروریات ان پر غالب تھیں اور یہی وہ غزوہ تبوک ہے جس میں شرکت کرنے والوں کی تعداد کو کسی محفوظ کرنے والے رجسٹر نے شمار نہیں کیا ہے،مالی قلت اور دشوار گزار حالات سے دو چاری میں نکلے تھے ایسی صورت حال کے باوجود انہیں یہ حکم ملا کہ وہ اپنے آٹوں کو نہ کھائیں جو ان کے نزدیک ان کا عزیز ترین غذا تھا، چنانچہ اگر اباحت وجواز کا کوئی راستہ ہوتا تو یہ تمام لوگوں میں اباحت کے سب سے زیادہ حقدار ہوتے، یہیں سے یہ معلوم

ہوا کہ ان مقامات میں داخل ہونا اور وہاں سے پانی نکالنا یہ نہی تحریمی تھی۔ (شرح العمدہ ص:۵۰۷۔۵۱۰'مجموعہ فتاوی:۳۲٤/۱۵'تفسیر القرطبیؒ:۱۰/ ٤۵)

ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

جو شخص اللہ کے غضب کے شکار اور عذاب شدہ لوگوں کے دیار سے گزرے تو اس کے لئے یہ قطعا مناسب نہیں ہے کہ وہ اس میں داخل ہو اور وہاں قیام کرے بلکہ وہاں سے تیز رفتاری سے گزر جائے،اور جب تک مکمل گزر نہ ہو جائے کپڑے سے اپنا چہرہ ڈھکے رکھے اور روتے ہوئے اورانہیں اپنے لئے عبرت کا سامان سمجھتے ہوئے وہاں سے داخل ہو کر گزر جائے۔(زادالمعاد: ۳/ ۵٦۰، اور ملاحظہ ہو: ۲/۲۵۵،الجواب الکافی ص: ۹٤)

ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

یہ حدیث عذاب کی جگہوں میں داخل ہونے کی ممانعت کے لئے ایک دلیل ہے مگر کامل خشوع کی حالت اور عبرت و موعظت کے حصول کے ساتھ گزرنے میں کوئی مضائقہ نہیں اور وہی ہے خشیت الٰہی سے رونااور اس کی سزا و عذاب سے خوف کھانا جو ان جگہوں میں آباد لوگوں پر نازل ہوا، شکل مذکور کے علاوہ صورت میں داخل ہونے سے اس بات کا خدشہ ہے کہ انہیں وہی عذاب دامن گیر نہ ہو جائے جو ان سے پہلے لوگوں کو لاحق ہوا، یہ واضح دلیل ہے کہ ایسی سرزمین میں رہائش اختیار کرنا یا وہاں قیام پزیر ہونا جائز نہیں ہے، نیز اس کی علماء کی ایک جماعت نے مزید صراحت کی ہے، انہیں میں سے امام خطابی رحمہ اللہ وغیرہ ہیں (فتح الباری: ۲۳۷/۳، اعلام الحدیث: ۳۹٤/۱)

شیخ الاسلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں تخصیص کے ساتھ نماز پڑھنے کا قصد نہیں کیا بلکہ پڑاو کی جگہ ہونے کی وجہ سے نماز پڑھی، اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ

کی بھی یہی رائے ہے، کہ فعل کی شکل میں رسول اللہ کی مشارکت آپ ﷺ کے قصد کی موافقت کے بغیر اسے اتباع قرار نہیں دیا جا سکتا، بلکہ نماز کے لئے ان جگہوں کو خاص کرنا اہل کتاب (یہود و نصاری) کے ان بدعتوں میں سے ہے جس کی وجہ سے وہ ہلاک و برباد کر دیئے گئے، اور مسلمانوں کو اس بارے میں ان کی مشابہت اختیار کرنے سے منع فرمادیا، چنانچہ ایسا کرنے والا شکل و صورت میں نبی کریم ﷺ کی مشابہت اختیار کرنے والا ہے، جب کہ وہ قصد و ارادہ جو دل کا عمل ہے اس میں وہ یہود و نصاری کی مشابہت اختیار کر رہا ہے۔ (مجموع الفتاوی: ۱/ ۲۸۱)

شیخ الاسلام ابن تیمیۃ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ابو بکر و عمر، عثمان و علی اور تمام انصار و مہاجرین میں پہلے گزرے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین حجاج و معتمرین اور مسافر کی شکل میں مدینہ سے مکہ کا سفر کرتے، ان میں سے کسی سے بھی یہ منقول نہیں کہ نبی کریم ﷺ کی پڑھی گئی نماز کی جگہوں کے لئے کوشش و جستجو کرتے، اس

سے پتہ چلا کہ اگر ایسا کرنا صحابہ کے نزدیک مستحب ہوتا تو تمام لوگوں پر سبقت لے جاتے کیونکہ وہ آپ ﷺ کی سنت کے متعلق غیروں سے زیادہ واقف تھے، اور دوسروں کے مقابل کہیں زیادہ آپ ﷺ کی سنتوں کے متبع تھے۔ (الاقتضاء ۷۴۸/۲)

محمد بن وضاح فرماتے ہیں:

امام مالک رحمہ اللہ اور دیگر علمائے مدینہ مسجد قباء و احد جو قرآن اور صحیح سنت سے ثابت ہے اس کے علاوہ ان مسجدوں اور آثار جو مدینہ میں واقع ہیں ان پر حاضری کو مکروہ سمجھتے تھے۔ (ابن وضاح: ۱۰۲)

ایک وضاحت:

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

کفر و معاصی کی ایسی جگہیں جہاں عذاب تو نہیں نازل ہوا لیکن اگر اسے ایمان و اطاعت کی جگہ بنادی جائے تو یہ مستحسن ہے، جیسا کہ اہل طائف کو رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ طواغیت و سرکش لوگوں کی جگہوں پر مسجد بنالیں، اور اہل یمامہ کو حکم دیا کہ وہ اپنے یہاں کے گرجاگھروں کو

مسجد بنالیں ،اور خود آپ ﷺ کی مسجد (مسجد نبوی) مشرکین کی قبر کی جگہ پر تھی، آپ ﷺ نے قبروں سے لاش ہٹا کر اس جگہ پر مسجد تعمیر فرمائی،تو بھلا بتایئے کہ جن جگہوں پر کفار پر عذاب نازل ہوا ان جگہوں میں ان کی مشارکت کو شریعت منع کرتی ہے،تو بھلا ان کے اس عمل میں جو کرتے ہیں اس میں ساجھے داری کیسے ممکن ہے۔
(الاقتضاء ۱/۲۳۷_۲۳۸)

تیسری قسم: جسمانی آثار

اس سے مقصود وہ چیزیں ہیں جو آپ ﷺ کے بدن کو چھوئی اور لگی ہیں، چنانچہ اس سے تبرک حاصل کرنے کا حکم جواز کا ہے،اس کی دلیل ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے،فرماتے ہیں:

"کھڑی دوپہر میں آپ ﷺ ہمارے پاس آئے،آپ کی خدمت میں پانی پیش کیا گیا،آپ نے وضو کیا،لوگ آپ وضو کے بچے ہوئے پانی کو لیکر اپنے بدن پر ملنے لگے،ایک روایت میں یوں ہے: "آپ جب وضو فرماتے تو لوگ آپ کے وضو کے پانی پر ٹوٹ پڑتے "۔ (صحیح بخاری: ۱۸۵)

مسور بن مخرمہ اور مروان بن حکم رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں : حدیبیہ کے سال رسول اللہ ﷺ نکلے، اور اسی روایت میں ہے: «ما تنخم النبي -ﷺ- نخامة إلا وقعت في كف رجل منهم فدلك بها وجهه وجلده»

" آپ ﷺ سے جب بھی کوئی رینٹ یا کھنکار نکلتی تو صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی آدمی کی ہتھیلی ہی میں گرتی جو اسے لیکر اپنے چہرے اور چمڑے پر ملنے لگتا "۔ (صحیح بخاری: ۲۵۸۱)

یہ خصوصیت صرف اور صرف آپ ﷺ کو حاصل ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ میں خیر و برکت رکھی ہے، آپ کے علاوہ کسی کو بھی آپ پر قیاس نہیں کیا جاسکتا، یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کی زندگی میں یا آپ کی وفات کے بعد اس طرح اپنے نیک و بزرگ لوگوں کے ساتھ نہیں کیا، جیسے ابو بکر و عمر، اور عثمان و علی رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں۔ (ملخص من کتاب: تعظیم الآثار للشیخ عبدالمحسن العباد)

اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں حق کو حق دکھا کر اس کی اتباع کی توفیق نصیب فرمادے ، اور باطل کو باطل دکھا کر اس سے اجتناب کی توفیق عطا کردے۔ واللہ اعلم۔ وصلی اللہ وسلم علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین۔

رسالة إلى حاج

ایک پیغام حجاج وزائرین کے نام

تیار کردہ

مرکز المحتسب للاستشارة

ترجمہ

ابو اسعد قطب محمد الاثری

نظر ثانی

ذاکر حسین وراثت اللہ

المكتب التعاوني للدعوة وتوعية الجاليات بالربوة

ISLAMIC PROPAGATION OFFICE IN RABWAH

P.O.BOX 29465 ARRIYADH 11457

TEL 4454900 – 4916065 FAX 4970126

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایک پیغام حجاج وزائرین کے نام

حاجی بھائیو! آپ پر اللہ کی سلامتی اور اسکی رحمتیں و برکتیں نازل ہوں۔امابعد:

سرزمین حرمین شریفین کی زیارت سے آپ شاد کام ہوئے،اور مدتوں بعد جو خواب آپ کے ذہن ودماغ میں گردش کر رہے تھے وہ شرمندہ تعبیر ہوئے،یہ بشارت اور شادمانی آپ کو مبارک ہو،اور آپ کو بہت بہت خوش آمدید۔

پیارے بھائی! مجھے یقین ہے کہ بلا شبہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے آپ کا دل لبریز ہے،اس لئے میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا آپ یہ پسند نہیں کرتے کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھیں اور اس سفر حج میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ رہیں، مجھے کامل اعتماد ہے کہ آپ ضرور یہ فرمائیں گے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک جھلک دیکھنے کے لئے اور آپ کی رفاقت و صحبت کی خاطر اپنا سب کچھ لٹا دیں گے۔

اے میرے پیارے! میں آپ سے یہ عرض کرتا ہوں کہ حقیقت میں آج آپ ﷺ کی رفاقت محال و ناممکن ہے، لیکن اس مبارک سفر میں اپنی روح و فکر میں آپ ﷺ کو اپنا ساتھی و رفیق بنائیں، لہذا ان جگہوں کو تلاش کر کے حاضری دیں جہاں آپ ﷺ تشریف لے گئے، اور دیگر ان تمام جگہوں کی زیارت سے اپنے آپ کو دور رکھیں جن جگہوں کی زیارت آپ ﷺ نے نہیں فرمائی، تو بلا تردد یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ آپ نے اس مبارک سفر میں رسول اللہ ﷺ کو اپنا رفیق سفر بنالیا، اب آپ کے لئے ان جگہوں کی نشان دہی کی جارہی ہے جس کی زیارت کے لئے آپ بے تاب رہتے ہیں حالانکہ نبی اکرم ﷺ ان جگہوں پر نہیں گئے، تو اب آپ اگر نبی اکرم ﷺ سے دور رہنا چاہتے ہیں تو ان جگہوں پر جائیں، اور اگر آپ دور رہنا نہیں چاہتے ہیں تو وہیں وہیں جائیں جہاں جہاں نبی اکرم ﷺ تشریف لے گئے، اور ان جگہوں کی طرف نظر التفات بھی نہ کریں جس کی زیارت رسول مکرم ﷺ نے نہ تو

خود حج و عمرہ میں کی اور نہ ہی اپنے امتیوں کو اس کی زیارت کی تلقین وترغیب فرمائی۔

اصلا عبادت کے طور پر جن جگہوں کی زیارت جائز نہیں

جن جگہوں کی زیارت بنیادی طور پر جائز نہیں، عبادت سمجھ کر ان کی زیارت کرنا بہر حال اور بہر صورت نبی اکرم ﷺ کی ہدایت اور رہنمائی کے صریح مخالف ہے، ذیل کے سطور میں ان جگہوں کی تفاصیل بیان کی جارہی ہے۔

① کتب خانہ مکہ مکرمہ:

یہ کتب خانہ توسیع شدہ مسجد حرام کے مشرقی حصہ میں واقع ہے، بعض لوگوں کا یہ اعتقاد ہے کہ جس جگہ اس کی تعمیر ہوئی ہے وہیں آپ ﷺ کی پیدائش ہوئی ہے، معاملہ جیسا بھی ہو لیکن نبی اکرم ﷺ نے نہ تو حج میں اور نہ ہی کسی بھی عمرہ کے موقعہ پر اس جگہ کی زیارت فرمائی، اور واضح رہے کہ اس کی زیارت اللہ سے قربت حاصل کرنے کی ایک قسم ہے جو نبی اکرم ﷺ کی ہدایات

و تعلیمات کے سراسر خلاف ہے، لہذا یہ عمل اللہ کے یہاں قابل قبول نہیں ہے جیسا کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

«مَنْ عَمِلَ عَمَلاً لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ». [صحيح مسلم: ١٣٤٣/٣].

”جس شخص نے کوئی ایسا کام کیا جس کے کرنے کا حکم نبی اکرم ﷺ نے نہیں دیا ہے تو وہ کام اللہ کے یہاں سے واپس کر دیا جاتا ہے“۔

اگر اس جگہ کی زیارت مسنون ہوتی یا اس کی زیارت میں خیر و بھلائی ہوتی تو آپ ﷺ بذات خود زیارت فرماتے، اور اس کے بعد اپنے اصحاب کو بھی زیارت کا حکم دیتے، لیکن اگر اس کی زیارت کا مقصد صرف کتابوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنا ہو یا انہیں پڑھنا ہو تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

اگر آپ ایسے شخص کو وہاں دیکھیں جو اس سے ناواقف ہو اور اس کے گرد طواف کر رہا ہو یا قبلہ کو اپنے پیچھے کر کے اس کے سمت نماز پڑھ رہا ہو، یا آپ یہ دیکھیں کہ اس کی عمارت سے تبرک

حاصل کر رہا ہو، اور اس پر ہاتھ پھیر رہا ہو تو اس شخص کو اس کے اس قبیح فعل سے بلا کسی تردد کے روک دیں، اور نہایت شفقت ورحمت کے ساتھ اس باطل عمل کے بارے میں اسے آگاہ کریں۔

غار حراء کی زیارت: ②

یہ وہی غار ہے جس میں آپ ﷺ بعثت سے پہلے عبادت فرمایا کرتے تھے، اگر اس غار کی کوئی خصوصیت ہوتی یا اس کی زیارت مسنون ہوتی تو نبی اکرم ﷺ بعثت کے بعد ضرور اس کی زیارت فرماتے، جب کہ آپ ﷺ مکہ میں بعثت اور ہجرت کے درمیان دس سال تک قیام پذیر تھے، یہ بات قطعا ثابت نہیں ہے کہ آپ ﷺ نے اس دوران اس غار کی زیارت فرمائی ہو، اور نہ ہی حج اور کسی عمرے میں اس کی زیارت فرمائی ہو، اور نہ ہی آپ ﷺ کے اصحاب میں سے کسی سے اس کی زیارت کا ثبوت ملتا ہے، لہذا عبادت کے طور پر اس غار کی زیارت کرنا آپ ﷺ کی رہنمائی کے سراسر خلاف ہے، اور معلوم ہو کہ یہ عبادت نامقبول ہو کر عبادت

کرنے والے کی طرف واپس ہو جاتی ہے،اور اس غار کے اوپر ہاتھ پھیرنے کا عمل اور گڑھی ہوئی دعاؤں کے پڑھنے کا عمل یا تبرک حاصل کرنا نہایت برا عمل اور واضح مخالفت ہے۔

③ غار ثور کی زیارت:

یہ وہ غار ہے جس میں سفر ہجرت کے موقعہ پر نبی اکرم ﷺ اپنے ساتھی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ٹھہرے تھے تاکہ کفار قریش کے تعاقب سے بچ سکیں،اس غار کی دینی اعتبار سے کوئی قیمت اور اہمیت نہیں ہے،اور نہ ہی یہ بات پائے ثبوت کو پہونچی ہے کہ آپ ﷺ نے اس کی زیارت کی ترغیب دی ہے، اور نہ ہی آپ ﷺ نے اور نہ ہی آپ کے اصحاب میں سے ہجرت کے بعد کسی نے اس کی زیارت کی، تو پھر کدھر سے اس گڑھی ہوئی عبادت کے طور پر زیارت کے خاطر لوگ آرہے ہیں؟

④ احد پہاڑ کے قریب میدان جنگ کی زیارت:

بعض حجاج اور عمرہ کرنے والے عبادت سمجھ کر اس دعوے کے ساتھ زیارت کرتے ہیں کہ اس کی زیارت پر اجر وثواب حاصل ہوتا ہے حالانکہ یہ بالکل بے بنیاد ہے۔

⑤ جبل عرفات (رحمت) کی بلندی پر چڑھنا:

بہت سے مسلمانوں کا یہ گمان ہے کہ جبل رحمت پر وقوف کئے بغیر عرفات میں وقوف مکمل نہیں سمجھا جائے گا، اسی وجہ سے ان میں سے بعض لوگ پہاڑ کی چوٹی پر پہنچنے کو اپنے لئے لازم سمجھتے ہیں حالانکہ نہ تو اس کی کوئی حقیقت ہے اور نہ ہی یہ درست ہے، بلکہ مقام عرنہ چھوڑ کر عرفات کی پوری زمین وقوف کی جگہ ہے، اس معاملے میں ماہرین کی ایک ٹیم نے میدان عرفات کے حدبندیوں کی وضاحت کے ساتھ تحدید کر دی ہے، اس لئے کسی بھی حج کرنے والے کے لئے مناسب نہیں کہ پہاڑ کے اوپر یا اس کی چوٹی پر وقوف کی کوشش کرے، اور نہ ہی اس کے ذریعہ اللہ عزوجل کی قربت

حاصل کرے، بالخصوص اپنے علاوہ غیر کے ساتھ بھیڑ بھاڑ کر کے اپنے عمل کو اس میں شامل کر دے۔

بنیادی طور پر عبادت سمجھ کر جن جگہوں کی زیارت جائز ہے

لیکن اس بارے میں صراحت کے طور پر کوئی ایسی چیز ثابت نہیں ہے جو اپنے غیر سے ہٹ کر ان جگہوں کو امتیازی درجہ دے سکے، اور حج یا عمرہ میں اس کی زیارت کی خصوصیت حاصل ہو سکے۔

انہیں میں سے چند قبرستان ہیں جن کی زیارت موت کو یاد کرنے کی خاطر، اور نصیحت حاصل کرنے کے لئے، اور غیر شرعی کاموں سے دور رہ کر عمل صالح بجالا کر دار آخرت کی تیاری کے لئے جائز قرار دی گئی ہے، لیکن دور حاضر میں قبروں کے پاس جو غیر شرعی امور کئے جاتے ہیں انھیں دیکھ کر پیشانی شرم سے جھک جاتی ہے، یہی نہیں وہاں پر عورتوں کے ساتھ مردوں کا اختلاط، اور بعض

لوگوں کا مردوں کو پکارنا،اوران سے مدد چاہنایہ سب کچھ علانیہ طورپر ہوتاہے،اگررسول اکرم ﷺ نے انہیں ایسی حالتوں میں دیکھتے تو آپ انہیں اس سے ضرور روک دیتے ،اور ان کے اس اعمال کی نکارت کو ضرور واضح فرماتے ،تو اگر آپ قبروں پر ہونے والی ان کاروائیوں کے انکار کی استطاعت رکھتے ہیں تو قبر کی زیارت کریں،اور بھلائی کا حکم دیں، غیر شرعی امور سے روکیں،اوراللہ کے یہاں اجر کی امید رکھیں، قبروں کی زیارت کی مشروعیت کے ہوتے ہوئے کچھ لوگ توحج اور عمرے میں کچھ قبروں کوزیارت کا خصوصی درجہ دیتے ہیں حالانکہ دین اسلام میں اس کو کوئی خصوصیت حاصل نہیں ہے،انہیں میں سے چندایک درج ذیل ہیں:

① مکہ مکرمہ میں مقبرہ معلاۃ:

اس قبرستان میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بہت سی قبریں ہیں ،بعض لوگوں کے کہنے کے مطابق ام المؤمنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کی قبر بھی یہیں ہے، لیکن رسول اللہ ﷺ سے کہیں بھی یہ نہیں ملتا

کہ حج یا عمرہ کے دوران خصوصی طور پر آپ کی قبر کی زیارت کی ہو، حالانکہ رسول اللہ ﷺ کے دل میں آپ کا بہت بڑا مقام و مرتبہ تھا۔

② ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کی قبر:

مکہ سے نکلتے وقت مدینہ ہائی وے روڈ کے شروع میں یہ قبر واقع ہے، خصوصی طور پر حج اور عمرہ کسی بھی موقع سے اس کی زیارت ثابت نہیں ہے، اور اس کی زیارت کے تعلق سے گفتگو یوں ہی ہے جیسے باقی قبروں کی زیارت۔

③ مائی حوا کی قبر:

یہ قبر ایک گمان کے مطابق جدہ میں واقع وزارت خارجیہ کی عمارت کے سامنے واقع ہے، اور کیسے کسی کو یہ مجاز حاصل ہے کہ وہ یہ ثابت کر سکے کہ یہ ان کی ہی قبر ہے؟ یہ ایک عجوبہ ہے، بہر حال ہمارے نبی ﷺ نے نہ تو خود ان کی زیارت کی اور نہ ہی اس کی زیارت کی رہنمائی کی، اور چونکہ اس کا قبر ہونا ہی ثابت نہیں ہو سکا

لہذا عبادت کی غرض سے اس کی زیارت عقل سلیم کے عین مخالف ہے، اور ساتھ ہی ساتھ نبی کریم ﷺ کی ہدایت کے بھی صریح مخالف ہے ،اور بالخصوص جہاں وسیلہ پکڑنا اور برکت حاصل کرنا یا اس کے علاوہ جو شرک کی راہ ہموار کرے، یا شرک تک پہنچادے تو جب اس نوعیت کا عمل اس سے جڑ جائے تو یہ اور ہی زیادہ شریعت کے خلاف ہے۔

④ نبی کریم ﷺ کی والدہ آمنہ بنت وہب کی قبر:

اس قبر کے پاس بڑے بڑے غیر شرعی امور پائے جاتے ہیں جیسے اس کے پہلو میں نماز پڑھنا، پیسے پھینکنا، اور اس پر کپڑے ڈالنا، اور طواف و تبرک کرنا، آپ ﷺ سے یہ ثابت نہیں ہے کہ آپ نے حج یا عمرہ میں ان کی قبر کی زیارت فرمائی ہو، اور نہ ہی ان کی قبر کی زیارت کے متعلق کوئی قابل ذکر فضیلت وارد ہوئی ہے، بلکہ

اللہ عز وجل نے تو نبی ﷺ کو ان کی مغفرت کی دعا کی بھی اجازت مرحمت نہیں فرمائی۔

امام نووی رحمہ اللہ اپنی صحیح مسلم کی شرح میں فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کا فرمان:

«اسْتَأْذَنْتُ رَبِّي أَنْ أَسْتَغْفِرَ لأُمِّي فَلَمْ يَأْذَنْ لِي، وَاسْتَأْذَنْتُهُ أَنْ أَزُورَ قَبْرَهَا فَأَذِنَ لِي».

"میں نے اپنے رب سے اجازت چاہی کہ میں اپنی ماں کے لئے دعائے مغفرت مانگوں، تو مجھے اس کی اجازت نہیں دی،اور پھر میں نے اپنے رب سے ان کی قبر کی زیارت کی اجازت مانگی تو مجھے اجازت مل گئی"۔

اس حدیث کی روشنی میں زندگی میں مشرکین کی زیارت،اور وفات کے بعد ان کی قبر کی زیارت کا جواز ہے، چونکہ جب ان کی وفات کے بعد ان کی زیارت جائز ٹھہری تو بحالت زندگی بدرجہ اوٰلی جائز ہے، جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿وَصَاحِبْهُمَا فِي ٱلدُّنْيَا مَعْرُوفًا﴾ [لقمان: ١٥]

''اور دنیا میں ان کے ساتھ اچھی طرح گذر بسر کرو''۔

اور اس حدیث کے اندر کفار کے لئے دعائے مغفرت کرنے کی ممانعت ہے۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں: آپ ﷺ کی اپنے والدہ کی زیارت کا سبب کا مقصد قوت موعظت کا حصول اور قبر کے مشاہدے سے بڑی نصیحت مطلوب ہے، اور حدیث کا آخری ٹکڑا «فَزُورُوا الْقُبُورَ فَإِنَّهَا تُذَكِّرُكُمُ الْمَوْتَ».

''تم لوگ قبروں کی زیارت کرو کیوں کہ یہ تمہیں موت کی یاد دلائے گی''

اسی بات کی تائید کرتا ہے۔(شرح النووی علی مسلم: 45/7)

بنیادی طور پر جن قبروں کی زیارت مستحب ہے

① نبی کریم ﷺ کی قبر کی زیارت:

آپ ﷺ کی قبر کی زیارت کا طریقہ یہ ہے کہ آدمی آپ کی قبر کے سامنے کھڑے ہو، اور یہ کہتے ہوئے دعائے سلامتی دے:

السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ، صَلَّى اللهُ عَلَيْكَ وَجَزَاكَ عَنْ أُمَّتِكَ خَيْرًا.

② آپ ﷺ کے دونوں ساتھی ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی قبر کی زیارت:

رسول اللہ ﷺ کو دعائے سلامتی دینے کے بعد اپنے داہنے جانب ایک قدم یا دو قدم چل کر ابو بکر رضی اللہ عنہ کی قبر کے سامنے ٹھہر جائے، اور یہ کہتے ہوئے انہیں دعائے سلامتی دے:

السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَبَا بَكْرٍ خَلِيفَةَ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ، رَضِيَ اللهُ عَنْكَ وَجَزَاكَ عَنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ ﷺ خَيْرًا.

اس کے بعد اپنے داہنے جانب ایک دو قدم آگے بڑھا کر عمر رضی اللہ عنہ کی قبر کے سامنے ٹھہر جائے، اور یہ کہتے ہوئے دعائے سلامتی دے:

السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا عُمَرُ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ! وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ، رَضِيَ اللهُ عَنْكَ وَجَزَاكَ عَنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ ﷺ خَيرًا.

③ قبرستان بقیع غرقد کی زیارت کرنا اور اس میں مدفون مسلمانوں کو دعائے سلامتی دینا:

عثمان رضی اللہ عنہ کی قبر کے پاس کھڑے ہو کر کچھ اس طرح دعائے سلامتی دینا:

السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا عُثْمَانُ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ! وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ، رَضِيَ اللهُ عَنْكَ وَجَزَاكَ عَنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ ﷺ خَيرًا.

④ احد پہاڑ جانا اور حمزہ و دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قبر کی زیارت کرنا:

یہاں پر بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قبر ہے، یہاں آنے کے بعد ان کے لئے دعائے سلامتی کرے، اور ان کی مغفرت، رحمت ورضوان کے لئے اللہ سے دعا کرے۔

ایسے مقامات جہاں عبادت جائز ہے لیکن عبادت کے قصد کے ساتھ وہاں جانا جائز نہیں

یہی وہ مساجد ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر (مدینہ طیبہ) میں واقع ہیں، ان مسجدوں کو دیگر مساجد کے مقابل میں کوئی بھی امتیازی مقام حاصل نہیں ہے، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس روئے زمین پر مساجد اللہ کے گھر ہیں، لیکن ہمارے لئے یہ مناسب نہیں کہ مساجد میں سے کسی بھی مسجد کو ہم کوئی خصوصیت کا درجہ دے دیں، بایں طور کہ کتاب وسنت کی دلیل کی روشنی میں ہی نماز کے ذریعہ اللہ کی قربت کے حصول کی لئے ان کی زیارت کا قصد

کریں، جیسے مسجد حرام، مسجد نبوی، مسجد اقصی و مسجد قباء، بلکہ جب نماز کا وقت آجائے تو اہل سنت کی کسی بھی مسجد میں ایک مسلمان کو نماز پڑھ لینی چاہیے،اس لئے نماز یا بندگی کی خاطر خصوصی طور پر ان مساجد کا قصد کرنا قطعا مناسب نہیں،اس لئے کہ اس میں رسول اللہ ﷺ کی سنت کی مخالفت ہے،چہ جائے کہ انسان وہاں پہونچ کر ان مقامات سے تبرک حاصل کرے، یا انکی دیواروں پر ہاتھ پھیرے، یا گانٹھ وغیرہ باندھ کر منع کردہ منکر کام کرے، جو جاہلوں کا عمل ہے ،اور کبھی تو یہ عمل شرک اور کبھی ذریعہ شرک بن جاتا ہے۔ اور انہیں مساجد میں سے یہ درج ذیل مساجد ہیں:

سبع مساجد (سات مسجدیں) ان میں سے چھ کا ذکر آرہا ہے، لیکن ساتویں مسجد بنام ابو بکر الصدیق کچھ دنوں پہلے منہدم کردی گئی ہے۔

① مسجد فتح یا احزاب:

یہ ساتوں میں سب سے بڑی مسجد ہے، جس کی عمارت کوہ سلع کے مغربی دامن میں بلندی پر واقع ہے،اور یہ بات بیان کی جاتی

ہے کہ اس غزوہ کے نتیجہ میں مسلمانوں کو جو فتح حاصل ہوئی تھی اسی کی وجہ سے اس مسجد کا نام فتح یا احزاب رکھا گیا۔

② مسجد سلمان فارسی رضی اللہ عنہ:

یہ مسجد فتح سے متصل صرف بیس میٹر کے فاصلے پر کوہ سلع کی بنیاد میں جنوبی سمت میں واقع ہے، غزوہ احزاب کے موقع پر مدینہ کی حفاظت کی خاطر سلمان فارسی رضی اللہ عنہ خندق کھودنے کی رائے دی تھی، اسی وجہ سے اس مسجد کا نام مسجد سلمان فارسی پڑا۔

③ مسجد ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ:

یہ مسجد مسجد سلمان فارسی کے جنوب مغرب میں پندرہ میٹر کی دوری پر واقع ہے، اس کی تعمیر اور تجدید اس سے پہلے بیان کردہ دونوں مسجدوں کے ساتھ ہوئی تھی لیکن اسے ابھی ابھی منہدم کر دیا گیا ہے۔

④ مسجد عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ :

اس مسجد سے متصل صرف دس میٹر کی دوری پر جنوب میں مسجد ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ واقع ہے،اور یہ لمبی اور خوشنما شکل میں واقع ہے،اور اس کی غیر چھت والی کشادہ آنگن ہے،اور سطح ارض سے تقریبا آٹھ سیڑھی بلند ہے،اور اس کی طرز تعمیر مسجد فتح کی عمارت سے ملتی جلتی ہے،بسا اوقات اسی کے ساتھ ساتھ اس کی تعمیر اور تجدید ہوتی رہی۔

⑤ مسجد علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ :

یہ مسجد فاطمہ بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کے مشرقی سمت میں ایک بلند مستطیل شکل والے ٹیلے پر واقع ہے،اور یہ بات بیان کی جاتی ہے کہ اسی جگہ پر علی رضی اللہ عنہ نے عمرو بن ود العامری کو قتل کیا تھا جس نے غزوۂ احزاب کے موقع پر خندق پار کرنے کی جسارت کی تھی۔

⑥ مسجد فاطمہ بنت رسول ﷺ:

تاریخی حوالوں میں یہ مسجد سعد بن معاذ کے نام سے موسوم ہے، یہاں پر واقع تمام مساجد میں یہ سب سے چھوٹی مسجد ہے،اور یہ مسجد علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے مغربی سمت میں واقع ہے۔

⑦ مسجد قبلتین:

بعض لوگ اسے ساتویں مسجد شمار کر رہے ہیں،اور یہیں رسول اللہ ﷺ پر کعبہ شریف کی طرف قبلہ تحویل کرنے کے متعلق وحی نازل ہوئی، جب کہ اس سے پہلے بیت المقدس ہی قبلہ تھا،اسی وجہ سے اس کا نام مسجد قبلتین پڑ گیا،اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی آدھی نماز مسجد اقصی کی طرف رخ کر کے اور آدھی نماز مسجد حرام کی طرف رخ کر کے ادا فرمائی، لیکن جن مسجدوں میں نماز ادا کرنے کی خاطر سفر کرنے کا قصد کرنا مسنون ہے ان میں مسجد قباء ہے جس کی طرف آدمی پاک وصاف ہو کر نکلے،اور اس میں نماز

ادا کرے، جیسا کہ بخاری و مسلم کی حدیث جو عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

«كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَأْتِي مَسْجِدَ قُبَاءٍ رَاكِبًا وَمَاشِيًا، فَيُصَلِّي فِيهِ رَكْعَتَيْنِ». [صحيح البخاري: ٦١/٢، وصحيح مسلم: ١٠١٦/٢].

"رسول اللہ ﷺ مسجد قباء کبھی سواری سے اور کبھی پیدل چل کر آتے تھے، اور اس میں دو رکعت نماز ادا فرماتے تھے"۔

پیارے بھائیو!

گزشتہ سطور میں میں نے اس بات کی وضاحت کردی ہے کہ موسم حج یا عمرہ میں ان جگہوں کی زیارت کے لئے ادنی خصوصیت بھی حاصل نہیں، اور میں نے وہاں پر واقع ہونے والے بعض غیر شرعی امور کی بھی نشاندہی کردی ہے، اور میں آپ کو آپ کے محبوب و مکرم نبی ﷺ کا فرمان یاد دلاتا ہوں:

«مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ».

[صحيح مسلم: ۳/۱۳۴۳].

"جس نے ہمارے دین میں ایسا کام ایجاد کیا جس کا تعلق اس سے نہیں تو وہ کام اللہ کو قبول نہیں"۔

یعنی اس نے ایسی عبادت کی جس کی دین میں کوئی اصل واساس نہیں تو وہ قابل قبول نہیں گرچہ وہ اس کی ادائیگی کرنے والے کی نظر میں بہت اچھا ہی کیوں نہ ہو۔

اور میں آپ کو نبی اکرم ﷺ کا وہ فرمان بھی یاد دلاتا ہوں:

«... وَشَرَّ الأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا ، وَكُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ،

وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلاَلَةٌ، وَكُلَّ ضَلاَلَةٍ فِي النَّارِ». [صحيح ابن خزيمة: ٣/١٤٣].

''سب سے برا کام دین میں نئی نئی چیزیں ایجاد کرنا ہے، دین میں ایجاد کردہ ہر چیز بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے، اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے''۔

اور آخر میں میں آپ کو یہ بھی یاد دلاتا ہوں کہ ان جیسی بدعتوں کے ارتکاب کرنے والے لوگ بروز قیامت نبی اکرم ﷺ کے حوض پر وارد ہونے سے روک دئے جائیں گے، اور یہی دھتکار اور آپ ﷺ سے دوری کے بڑے سبب بنیں گے، آپ ﷺ پر میرے ماں باپ قربان جائیں، جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے:

«إِنِّي فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ، مَنْ مَرَّ عَلَيَّ شَرِبَ، وَمَنْ شَرِبَ لَمْ يَظْمَأْ أَبَدًا، لَيَرِدَنَّ عَلَيَّ أَقْوَامٌ أَعْرِفُهُمْ وَيَعْرِفُونَنِي، ثُمَّ يُحَالُ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ، فَأَقُولُ: إِنَّهُمْ مِنِّي، فَيُقَالُ: إِنَّكَ لاَ تَدْرِي مَا أَحْدَثُوا بَعْدَكَ،

فَأَقُولُ: سُحْقًا سُحْقًا لِمَنْ غَيَّرَ بَعْدِي». [صحيح البخاري: ٥/٢٤٠٦].

''میں حوض پر لوگوں کا انتظار کروں گا، جو میرے پاس سے گزرے گا وہ سیر اب ہو گا، اور جو وہاں سیر اب ہو گا وہ اس کے بعد کبھی پیاسا نہ ہو گا، میرے پاس کچھ ایسے لوگ آئیں گے جنہیں میں پہچانتا ہوں گا اور وہ مجھے پہچانتے ہوں گے، پھر ہمارے اور ان کے درمیان حائل کر دیا جائے گا، تو میں کہوں گا: "یہ تو ہمارے ہی لوگ ہیں"، تو مجھ سے یہ کہا جائے گا، آپ کو معلوم نہیں کہ ان لوگوں نے آپ کے بعد کیا کیا نئی چیزیں ایجاد کیں، تو میں کہوں گا: "دوری ہو دوری ہو، ایسے لوگوں کے لئے جنھوں نے میرے دین میں میرے بعد تبدیلی کی''۔

تو کیا آپ پسند فرمائیں گے کہ آپ اپنے نبی کے حوض سے سیر اب ہونے سے محروم کر دیئے جائیں، اور کیا آپ یہ چاہیں گے کہ نبی اکرم ﷺ اور آپ کے درمیان پردہ حائل کر دیا جائے، اور آپ کو وہاں سے دھتکار کر بھگا دیا جائے، اور آپ سے وہ فرمائیں کہ

جس نے میرے بعد تبدیلی کی اسے دوری ہو،اسے دوری ہو؟۔اللہ کی پناہ!

پیارے بھائیو!

جب تمام بدعات شر ہیں، تو بدعات کا شر شرک ہے،اور وہ تمام امور جو شرک کی راہ دکھائیں سب شر ہیں،اور شرک اکبر کا انجام جہنم میں ہمیشہ ہمیش رہنا ہے۔اللہ کی پناہ!

گزشتہ سطور میں جن جگہوں کا ذکر ہوا وہاں بیشتر ایسے کام ہوتے ہیں،اے میرے بھائی! ذرا ہم ٹھنڈے دماغ سے سوچیں کہ ہم تو جہنم سے راہ فرار اختیار کرنے والے، اور اللہ سے جنت کے طلب گار ہیں، تو بھلا ہم اپنی ذات کے لئے ایسے افعال سے کیسے راضی ہوں گے،اور ان کی تفصیلات کچھ یوں ہیں:

① ان جگہوں کے گرد طواف کرنا جیسے لائبریری، قبریں اور میدان عرفات کی پہاڑی وغیرہ ،واضح رہے کہ بیت اللہ شریف کے علاوہ کسی اور چیز کا طواف جائز نہیں۔

② قبر پر نماز پڑھنا اور اسے قبلہ بنانا۔

③ غیر اللہ کو پکارنا اور ان سے حاجت روائی کی درخواست کرنا، جیسے آپ ﷺ کو مدد کے لئے پکارنا، یا قبر والوں کو پکارنا۔

④ مکتبہ کی دیوارں، قبروں، جنگی مقامات اور بعض جگہوں کی مٹی سے برکت حاصل کرنا۔

⑤ درختوں پر اور بعض جگہوں پر گرہیں لگانا، اور دعائیں لکھ کر کاغذوں کو بعض جگہوں پر ڈالنا۔

⑥ قبر کی دیواروں اور اس کے کھمبوں پر ہاتھ پھیرنا اور چومنا، اور دھاگے باندھنا اور اس سے برکت حاصل کرنا۔

⑦ قبر والے کا تقرب حاصل کرنے کی خاطر بعض قبروں پر خوشبو ملنا اور روپئے وغیرہ کا نذرانہ پیش کرنا۔

⑧ بعض لوگوں کا گریہ وزاری کے ساتھ بالکل نماز کی طرح ہاتھ باندھ کر قبر کے روبرو کھڑے ہونا۔

اے میرے بھائیو!

اخیر میں میں اللہ سبحانہ وتعالی سے دعا گو ہوں کہ وہ آپ کو اس قافلہ حج میں اور آپ کے آنے والے مبارک دنوں میں اللہ کی کتاب قرآن اور نبی اکرم ﷺ کی سنت کے مطابق عمل کی توفیق نصیب فرمائے، اور آپ کو آپ کے گناہوں، بدعات اور خطاؤں سے اتنا ہی دور کر دے جتنی دوری مشرق و مغرب کے دونوں سمتوں کے درمیان ہے، اور اللہ آپ کو ان لوگوں میں سے بنائے جو حج مبرور اور گناہ مغفور کے شرف سے مشرف ہو کر اور نو مولود کی طرح گناہوں سے پاک ہو کر سفر حج سے واپس ہونے والے ہیں۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، وَصَلِّ اللَّهُمَّ عَلَى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلِّمْ.